حفاظتِ حدیث

کا وعدۂ الٰہی



محمد ارشد کمال



منهاج السنة النبوية لائبریری

حیدر آباد دکن

توجہ فرمائیں

منہاج السنۃ النبویہ لائبریری

(رجسٹرڈ) حیدرآباد دکن۔

پر اپلوڈ کی جانے والی تمام کتب، تحقیقی مضامین ورسائل، نیز کتب ورسائل کا کوئی ایک ضروری حصہ ،عام قارئین کے مطالعے کے لئے اور دعوتی، اصلاحی اور تربیتی مقاصد کی خاطر اپلوڈ کیا جاتا ہے۔

تنبیہ:

کسی بھی کتاب یا اس کے حصہ کو تجارتی یا مادی نفع کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے ،نیز یہ عمل اخلاقی، قانونی وشرعی جرم بھی کہلائے گا۔

Minhaj-us-Sunnat-un-Nabawiya Library,

Hyderabad, TS

حفاظتِ حدیث کا وعدۂ الٰہی



محمد ارشد کمال



منہاج السنۃ النبویۃ لائبریری

حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (٦/ الانعام : ١٠٦)

''آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے آپ اس کی پیروی کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۖۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ (١٠/ يونس : ١٠٩)

''اور آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کریں اور صبر کریں، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔''

اسی طرح ایک اور جگہ ہے:

﴿ وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ ﴾

(٣٣/ الاحزاب : ٢)

''اور آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، آپ اس کی پیروی کریں۔ بے شک جو بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

قرآن مجید کی ان تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہی حکم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو بھی دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (۷/ الاعراف : ۳)

''جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر دوستوں کی پیروی مت کرو تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔''

اس آیت میں امت محمدیہ کو وحی الٰہی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ الغرض ان جملہ آیات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ پیغمبر علیہ السلام کو اور آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

وحی کیا ہے؟

شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے منتخب انبیاء کرام علیہم السلام کو اخبار و احکام سے خفیہ طور پر مطلع کرنا ہے جس سے انہیں قطعی اور یقینی علم ہو جائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف دو طرح کی وحی بھیجی گئی ہے ایک وہ جو کتاب کی صورت میں تھی اور دوسری وہ جو کتاب کے علاوہ تھی جسے حکمت اور حدیث کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

(٤/ النساء : ٥٤)

''پس بے شک ہم نے ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انہیں عظیم بادشاہت سے نوازا۔''

جد الانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ کی نسل میں رکھ دیا، آپ کے بعد جتنے بھی نبی اور رسول دنیا میں تشریف لائے وہ آپ ہی کی آل میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور بعض کے حصے میں یہ دونوں چیزیں (کتاب و حکمت) آئیں جیسے داؤد، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام ہیں اور بعض کو صرف حکمت ملی جیسے اسحاق، یعقوب وغیرہ ہیں۔

سورہ النساء (آیت: ۱۶۳) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

﴿ اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ عِیۡسٰی وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡنُسَ وَ ہٰرُوۡنَ وَ سُلَیۡمٰنَ ۚ وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۱۶۳﴾ ﴾

(٤/ النساء : ١٦٣)

’’بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح اوران کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اوران کی اولاد اورعیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اورسلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی اورداؤدکوہم نے زبورعطا فرمائی۔‘‘

ایک عام مسلمان بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ سیّدنا نوح، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ایوب، یونس، ہارون اورسلیمان علیہم السلام کی طرف جو وحی بھیجی گئی تھی وہ کتاب کی صورت میں نہ تھی بلکہ کتاب کے علاوہ ایک دوسری وحی تھی جسے ہم حکمت اور حدیث کہہ سکتے ہیں، بلکہ پیغمبر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جو فکری جنگ لڑی تھی وہ بھی وحی کی اسی دوسری قسم حدیث کے ذریعے سے لڑی تھی کیونکہ کتاب تورات فرعون کی غرقابی کے بعد نازل ہوئی۔ فرعون نے جس وحی کا انکار کیا تھا اور جس کے انکار پر اسے پانی میں غرق کیا گیا، وہ وحی کی یہی دوسری قسم تھی جسے حدیث کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴿۹﴾ ﴾ (٢٠/ طٰهٰ : ٩)

’’اور کیا آپ کے پاس حدیثِ موسیٰ پہنچی ہے۔‘‘

سوچنے کی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی حدیث کا منکر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا منکر عذاب سے بچ جائے؟ ہرگز نہیں۔

بہر حال پتا چلا کہ جس طرح انبیاء سابقین کی طرف وحی آئی ہے اسی طرح آخری نبی سیدنا و مولانا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی وحی آئی، چنانچہ آپ کی طرف نازل ہونے والی وحی دو طرح کی تھی: ایک کا نام کتاب ہے، یعنی قرآن مجید اور دوسری کا نام حکمت

ہے جو اسی کتاب کا بیان، شرح اور تفسیر ہے یعنی حدیث شریف، یہ دونوں چیزیں کتاب اور حکمت منزل من اللہ ہیں، وحی الٰہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ۝ ﴾ (٤/ النساء : ١١٣)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں بہت واضح بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر دو چیزیں نازل فرمائی ہیں، ایک کتاب ہے اور دوسری حکمت ہے، کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد آپ کی سنت اور حدیث ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فذكر الله الكتاب وهو القرآن وذكر الحكمة فسمعت من ارضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله، وهذا يشبه ما قال" والله أعلم. لأن القرآن ذكر واتبعته الحكمة، وذكر الله منه على خلقه بتعليمهم الكتاب والحكمة فلم يجز۔ والله أعلم أن يقال: الحكمة هاهنا إلا سنة رسول الله"

''پس اللہ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ قرآن ہے اور اس نے حکمت کا ذکر کیا، میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں یہ سنا کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہ تفسیر (فرمانِ الٰہی) سے زیادہ مشابہ ہے، واللہ اعلم، کیونکہ قرآن مجید کے ذکر کے بعد حکمت کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت کی تعلیم کے ذریعے سے اپنی مخلوق پر احسان بیان فرما رہا ہے، لہٰذا یہاں سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی چیز کو حکمت کہنا جائز نہیں، واللہ

اعلم۔"(الرسالة، ص : ١١١)

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واذكـرن مـا يقرا فى بيوتكن من آيـات كتاب الله والحكمة ويعنى بالحكمة ما أوحى إلى رسول الله ﷺ من أحكام دين الله ولم ينزل به قرآن وذلك السنة" (جامع البيان : ٩/ ٢٣٦)

''اور حکمت اور کتاب الٰہی کی آیات میں سے جو تمہارے گھروں میں پڑھا جاتا ہے اسے یاد کرو۔ اور حکمت سے مراد وہ چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف اللہ کے دین کے احکام کی وحی فرمائی گئی اور جن کے متعلق قرآن نہیں اترا اور یہ سنت ہی ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويعلمهم الكتاب والحكمة، يعنى القرآن والسنة"

(تفسير القرآن العظيم : ٢/ ٢٤١)

''اور وہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، یعنی قرآن اور سنت کی۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن الـلّٰه سبحانه تعالىٰ أنزل على رسوله وحيين واوجب على عباده الايمان بهما والعمل بما فيهما وهما الكتاب والحكمة وقال تعالىٰ: ﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ وقال تعالىٰ: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ وقـال تعالىٰ: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ﴾ والكتاب هو القرآن والحكمة هى السنة باتفاق السلف" (كتاب الروح، ص : ٩٦)

''بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول پر دو طرح کی وحی اتاری اور اس

نے اپنے بندوں پر ان دونوں (وحیوں) پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا واجب کر دیا اور وہ کتاب اور حکمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: ''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور کتاب اور حکمت میں سے جو کچھ تمہارے گھروں میں پڑھا جاتا ہے، اسے یاد کرو۔'' کتاب قرآن مجید ہے اور حکمت باتفاقِ سلف سنت ہے۔''

معلوم ہوا کہ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت اور حدیث ہے، ہمارا ایمان ہے کہ یہ دونوں وحی ہیں، دونوں منزل من اللہ ہیں اور دونوں کی اتباع ضروری ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار سے دوسری وحی کا انکار لازم آتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کتاب یعنی قرآن پر تو ایمان کا دعویٰ کرے لیکن حکمت یعنی حدیث کا انکار کرے تو حقیقت میں وہ دونوں کا منکر ہے، اس کا ان میں سے کسی پر بھی ایمان نہیں، وہ قرآن کا بھی منکر ہے اور حدیث کا بھی منکر ہے، اور اسی طرح اگر کوئی حدیث پر ایمان کا دعویٰ کرے مگر قرآن کا انکار کرے تو وہ بھی دونوں کا منکر ہے، اصل میں نہ وہ حدیث کو مان رہا ہے اور نہ قرآن کو مان رہا ہے، پس یہ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔''

اعتراض: ...... منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حکمت سے مراد بھی قرآن مجید ہی ہے کیونکہ قرآن خود اپنے آپ کو حکیم کہتا ہے، لہٰذا حکمت سے مراد قرآن حکیم ہے اور کتاب وحکمت کے درمیان آنے والی واو عاطفہ نہیں بلکہ تفسیری ہے۔

جواب: ...... منکرین حدیث کا یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ حق بات یہی ہے کہ واو عاطفہ ہے، قرآن مجید میں کتاب اور حکمت کے درمیان بار بار یہ واو آئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عاطفہ ہے کیونکہ اگر واو تفسیری ہوتی تو اس کے بار بار آنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک

بار ہی وضاحت کر دینا کافی تھا، علاوہ ازیں علماء کی ایک جماعت اسے عاطفہ ہی قرار دیتی ہے، مزید برآں تفسیر کی ضرورت تو انسانوں کو ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو تفسیر کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود متکلم کے ہر لفظ کے مفہوم ومنشاء کو بخوبی جانتا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۲۹) پر غور کریں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾

''اے ہمارے رب! اور تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔''

یہاں کسی بھی صورت واؤ کو تفسیری نہیں کہا جا سکتا ہے، کیونکہ تفسیر کی ضرورت تو انسانوں کو ہوتی ہے، خالق کائنات کو تفسیر کی ضرورت نہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رقمطراز ہیں:

''یہ بات لغت اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ لغت کے خلاف اس لیے کہ واؤ تفسیری ہمیشہ مترادف الفاظ کے درمیان آتی ہے جیسے رنج والم یا مسرت انبساط، لیکن کتاب اور حکمت مترادف الفاظ نہیں ہیں، حکمت کا لفظ بولنے سے کسی کا ذہن قرآن کریم یا کتاب کی طرف منتقل نہیں ہوتا، اسی طرح کتاب کا لفظ بولنے سے بھی حکمت کا مفہوم ذہن میں نہیں آتا، لہٰذا کتاب وحکمت کے درمیان واو کو تفسیری قرار دینا درست نہیں اور عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ اگر قرآن نے اپنے آپ کو حکیم کہا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ قرآن سے باہر حکمت کا کہیں وجود نہیں پایا جاتا، قرآن تو اپنے آپ کو کریم بھی کہتا ہے تو کیا کرم اور کریم کا قرآن کے علاوہ کہیں وجود نہیں؟ ایک عام فہم مثال سے یوں سمجھیے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ چینی میٹھی ہوتی ہے تو اس سے یہ کیونکہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مٹھاس کا وجود چینی کے علاوہ اور کسی چیز میں نہیں پایا جاتا یا چینی کے علاوہ اور کوئی چیز میٹھی نہیں ہوسکتی۔'' (آئینہ پرویزیت، ص: ۵۵۰)

وحی چاہے کتاب کی شکل میں ہو یا حکمت یعنی حدیث کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ (۱۵/ الحجر : ۹)

''بے شک ہم نے ہی ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے ''نَزَّلْنَا الْقُرْآنَ'' نہیں فرمایا بلکہ: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ فرمایا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، ذکر سے مراد قرآن بھی ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (۱٦/ النحل : ٤٤)

''ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس چیز کو بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئی اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

یہاں قرآن کو ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کا بیان، اس کی تفسیر اور توضیح یعنی حدیث مبارکہ بھی ذکر ہے، سورۃ الطلاق میں ہے:

﴿ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾

(٦٥/ الطلاق : ۱۰، ۱۱)

''بلاشبہ اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا جو ایسا رسول ہے کہ تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیات پڑھتا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے

اور نیک اعمال کیے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔''

یہاں لفظ رسول، ذکرا سے بدل دیا ہے، یعنی اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے جو رسول ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ذکر کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا وجود اطہر سراپا ذکر ہے، آپ کے اقوال وافعال، احوال وتقریرات سب ذکر ہی ہیں۔ بہرحال ثابت ہوا کہ ذکر صرف قرآن ہی نہیں بلکہ صاحب قرآن کی حدیث بھی ذکر ہے، لہٰذا دونوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا اور حفاظت فرمائی، آج چودہ صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی یہ دونوں محفوظ ہیں اور آیندہ بھی محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ

❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (۳۳/ الاحزاب : ۲۱)

''بلاشبہ یقیناً رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔''

یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر دور کے مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی اسوۂ رسول سے راہنمائی لو، یہی تمہارے لیے بہترین نمونہ اور ماڈل ہے۔ قرآن نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے، طریقہ نہیں بتاتا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، اس کی رکعات کتنی ہیں ان میں کیا کچھ پڑھنا ہے کیا نہیں، رکوع وسجود کیسے کرنا ہے، دوران نماز میں کن امور کا خیال رکھنا ہے، کون سے کام منع ہیں کن کی اجازت ہے؟ ان تمام امور کے متعلق قرآن نے صاف کہہ دیا کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لے لو۔ حج کیسے کرنا ہے؟ دوران حج میں کیا کرنا ہے کیا نہیں؟ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو، الغرض ہر طرح کی عبادات میں قرآن کا یہی فیصلہ ہے کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ اسی طرح دنیاوی امور ہیں۔ خوشی، غمی، رہن سہن، لین دین وغیرہ، ہر معاملے میں اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے یہی حکم ہے کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ اگر حدیث محفوظ نہ ہوتی...... تو بتائیے کہ آج وہ اسوۂ رسول ہمیں

کہاں سے ملتا جس سے ہم راہنمائی لیتے؟ لہٰذا ضروری تھا کہ قرآن کے ساتھ ساتھ صاحب قرآن کی حدیث کی بھی حفاظت ہو، تاکہ روز قیامت کوئی یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ہمارے پاس تو اسوۂ حسنہ پہنچا ہی نہیں تھا، ہم رسول اللہ ﷺ سے صدیوں بعد دنیا میں آئے۔ ہمارے آنے تک آپ کا اسوہ محفوظ ہی نہ رہا، چنانچہ ہم اس کے مطابق قرآنی احکامات کی بجا آوری کیسے کرتے؟ لوگوں کا یہ عذر ختم کرنے کے لیے اللہ نے حدیث کی حفاظت فرمائی۔

❀ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ نبوت کا جو سلسلہ سیّدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آپ پر آ کر ختم ہوگیا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ کا خاتم النّبیین ہونا بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک محفوظ رہے۔ سابقہ نبیوں کی شریعتیں شاید اسی لیے محفوظ نہ رہ سکیں کہ وہ آخری نبی نہ تھے۔ یہ اعزاز صرف آخری نبی کے حصے میں تھا کہ اس کی شریعت محفوظ رہے گی۔ آپ کی شریعت قرآن وحدیث کی صورت میں ہے۔ حدیث کے بغیر شریعت محمدی ناقص ہے، اسلام کی پوری تصویر قرآن اور حدیث دونوں سے مل تیار ہوتی ہے، لہٰذا حدیث کی حفاظت بھی اتنی ہی ضروری تھی جتنی قرآن کی۔ اگر حدیث کی حفاظت نہ ہوتی تو شریعت محمدی غیر محفوظ اور ناقص قرار پاتی۔ بعد میں آنے والے ناقص شریعت لیے پھرتے اور کسی نئے نبی کی راہ تکتے پھرتے!!! یوں عقیدۂ ختم نبوت مٹ جاتا۔ (معاذ اللہ) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس کی حفاظت فرمائی۔

❀ قرآن فہمی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ حدیث محفوظ رہے۔ پوری امت مانتی ہے کہ حدیث قرآن کا بیان ہے۔ اس کے مجملات کی تفصیل، مبہمات کی توضیح، مشکلات کی تفسیر اور اشارات کی تشریح ہے۔ اگر حدیث محفوظ نہ ہوتی تو قرآن کے مجملات کی تفصیل کا کیسے پتا چلتا؟ اس کے مبہمات کی توضیح کہاں سے ملتی؟ مشکلات کی تفسیر کیسے کرتے؟

اشارات کی تشریح کیسے ہوتی؟ من مانی کے دروازے کھل جاتے، ہر کوئی اپنے عقلی گھوڑے دوڑاتا اور جیسے چاہتا قرآن کا معنی و مفہوم بیان کرتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے تفہیم قرآن کے لیے حدیث کو محفوظ رکھا اور اس کی حفاظت فرمائی۔

حفاظت حدیث کے ذرائع

اللہ تعالیٰ نے جن ذرائع سے قرآن مجید کی حفاظت فرمائی ہے انہی سے حدیث کی بھی حفاظت کی ہے۔ حفاظت قرآن کے دو بڑے ذریعے ہیں: (۱) حفظ۔ (۲) کتابت۔ قرآن مجید کی جونہی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی آپ صحابہ کرام کو بتاتے، لکھواتے اور حفظ کرنے کی ترغیب دیتے۔ صحابہ کرام قرآن مجید حفظ بھی کیا کرتے تھے اور لکھا بھی کرتے تھے۔ صحابہ کے بعد بھی اور ہر دور میں حفاظت قرآن کے یہ دونوں ذرائع موجود رہے ہیں۔ قرآن حفظ بھی ہوتا رہا ہے اور لکھا بھی جاتا رہا ہے۔ چنانچہ آج ہمارے پاس بھی قرآن مجید انہی ذرائع سے پہنچا ہے اور اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔

بعینہٖ حفاظت حدیث کے بھی یہی دو بڑے ذرائع ہیں: (۱) حفظ (۲) کتابت۔

(۱) حفاظت حدیث بذریعہ حفظ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴾ (۳۳/ الاحزاب : ۳٤)

''اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے پڑھا جاتا ہے اسے یاد کرو، بے شک اللہ نہایت باریک بین، پوری طرح باخبر ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کو حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ حفظِ حدیث کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

- حدیث حفظ کرنے والے کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ہے:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ))

”اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے حفظ کیا یہاں تک کہ اسے آگے پہنچا دیا۔“

(ابوداود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، رقم: ٣٦٦٠، وسنده صحيح)

✿ ایک موقع پر آپ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو امورِ دین کی تعلیم فرمائی، ان امور میں ایسے احکام بھی شامل تھے جن کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں، ان سب امور کے متعلق آپ ﷺ نے انھیں فرمایا:

((اِحْفَظُوْهُنَّ وَاخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَائَكُمْ))

”انھیں حفظ کرلو اور جو تمھارے پیچھے ہیں انھیں ان کی خبر دے دو۔“

(صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب اداء الخمس من الايمان، رقم: ٥٣)

✿ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَالْحَدِيْثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .))

”بے شک ہم حدیث کو حفظ کرلیا کرتے تھے اور حدیث تو رسول اللہ ﷺ سے حفظ کی جاتی تھی۔“ (مسلم، المقدمة، رقم: ٢٠)

✿ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَاءَيْنِ، فَأَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمِ))

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن حفظ کیے ہیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرے کو اگر پھیلا دوں گا تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔“

(صحيح البخاري، كتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم: ١٢٠)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن

حفظ کیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے، اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو سنن و احکام شرعیہ سے متعلق تھیں اور دوسرا جس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر اسے پھیلاؤں تو میرا حلق (گردن) کاٹ دیا جائے گا، اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں مستقبل میں واقع ہونے والے فتنوں کی خبریں تھیں۔ تاہم بعد میں انھیں بھی سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے بیان کر دیا کرتے تھے۔ بہر حال اس حدیث سے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظ حدیث کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حدیث پاک کو حفظ کیا کرتے تھے۔

✿ ایک مرتبہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا: "اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفِتْنَةِ" "تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اَنَا اَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ" مجھے وہ اسی طرح حفظ ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اِنَّ عَلَيْهِ لَجَرِئٌ فَكَيْفَ قَالَ؟" "آپ تو اس پر واقعی بڑے دلیر ہیں (بتایئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا تھا؟ پھر سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة تكفر الخطيئة، رقم : ١٤٣٥)

ان جملہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی یاد کیا کرتے تھے۔

بلکہ سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تو اپنے شاگردوں سے بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کے بارے میں مذاکرہ کیا کرو کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلاتی ہے۔

(سنن دارمی، المقدمه، باب مذاكرة العلم، رقم : ٦١٧، ٦١٨، وسنده صحيح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین بھی حدیث کو زبانی یاد کیا کرتے تھے۔ ابو حصین کہتے ہیں، میں نے سعید بن جبیر (تابعی رحمہ اللہ) سے پوچھا: کیا وہ سب حدیثیں جو میں آپ سے سنتا ہوں، آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی تھیں؟ انھوں نے کہا: نہیں، میں تو ان کی مجلس میں خاموش بیٹھا رہتا تھا وہ خود ہی بیان

کرتے تھے تو میں زبانی یاد کر لیتا تھا۔ (ابن سعد : ٦/ ٣٧٥، وسنده حسن)

✿ ابو بردہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ہمراہی تھا، اس نے بغیر سوچے سمجھے ان سے اسلام کے متعلق گفتگو کی، مجھے وہ کہنے لگا: قریب ہے کہ ابو موسیٰ چلے جائیں اور ان کی حدیث محفوظ نہ رہے، لہٰذا تو ان سے حدیث لکھ لیا کر۔ کہتے ہیں: میں نے کہا: تیری رائے بڑی اچھی ہے، پھر میں ان کی حدیث لکھنا شروع کر دی۔ انھوں (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) نے ایک حدیث بیان کی، میں اسے لکھنے لگا جس طرح کہ لکھا کرتا تھا تو وہ (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) فوراً میرے پیچھے آئے اور فرمایا: شاید تم میری (بیان کردہ) حدیث لکھتے ہو؟ میں نے فرمایا: جی ہاں، انھوں نے کہا: تم نے جو کچھ لکھا ہے میرے پاس لاؤ، میں وہ ان کے پاس لایا تو انھوں نے اسے مٹا دیا اور فرمایا: "اِحْفَظْ كَمَا حَفِظْتُ" اسی طرح یاد کرو جس طرح میں نے یاد کیا ہے۔ (ابن سعد : ٤/ ١٠٥، وسنده صحيح)

✿ امام ابوداود سجستانی کے فرزند ارجمند امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود کے متعلق امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں بیس سال کے قریب حدیثیں لکھائیں، میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ تو صرف حافظے سے (زبانی) حدیثیں لکھوایا کرتے تھے۔ (تاريخ دمشق : ٢٩/ ٨٣، وسنده صحيح)

✿ ابن شاہین ہی کا بیان ہے کہ جب امام ابن ابی داود (آخر میں) نابینا ہو گئے تو منبر پر بیٹھتے اور ان کا بیٹا ابو معمر ان سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھ جاتا اور اس کے ہاتھ میں کتاب ہوتی، وہ کہتا: فلاں حدیث تو آپ وہ پوری حدیث (زبانی) پڑھ دیتے تھے۔

(ایضاً، وسنده صحيح)

✿ احمد بن ابراہیم شاذان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام ابن ابی داود سجستان گئے تو اصحاب حدیث کے پرزور اپیل پر انھیں تیس ہزار حدیثیں زبانی سنا دیں۔

(تاريخ بغداد ٩/ ٤٦٦ وسنده حسن)

✿ امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی عظیم الشان کتاب مسند اسحاق بن راہویہ، کئی دفعہ

اپنے شاگردوں کو زبانی حافظے سے لکھوائی تھی۔

(تاريخ مدينة الاسلام: ۷/ ۳۷۳، وسنده صحيح)

حضرات محدثین کے حفظ حدیث اور حافظے کی یہ چند مثالیں ہم نے بیان کی ہیں ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسے عظیم حافظے عطا فرما رکھے تھے کہ ہزاروں روایات اپنی سندوں اور متون سمیت انھیں اس طرح یاد ہوتی تھیں جیسے عام آدمی کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ ہی دیکھ لیں جس میں عہد صحابہ سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے بعد تک کے ہزار سے زائد حفاظ حدیث کے حالات آپ کو ملیں گے۔ آج اس قحط الرجال کے دور میں بھی حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ زندہ ہے، گو اب اس کی وہ ضرورت نہیں رہی جو (دور تدوین میں) کبھی ہوا کرتی تھی مگر پھر بھی حدیث سے ایک قلبی لگاؤ اور اس سے محبت کی وجہ سے آج بھی ہمارے مدارس میں طلبا جس طرح قرآن حفظ کرتے ہیں اسی طرح حدیث بھی حفظ کرتے ہیں۔ خود راقم نے اپنی تعلیمی سفر کے آغاز میں اپنے استاد مولانا طفیل حفظہ اللہ آف رینالہ خورد کو پچاس حدیثیں زبانی سنا کر انعام وصول کیا تھا۔ وللّٰہ الحمد

ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو کئی حدیثیں زبانی یاد تھیں، نیز استاذ العلماء حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، محدث عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ، محدث محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور محدث ناصر الدین البانی رحمہ اللہ وغیرہم کو یقیناً حافظ الحدیث کہا جا سکتا ہے، اسی طرح بہت سارے علما کرام ہیں جو حدیث کے حافظ ہیں بعض مدارس میں تو باقاعدہ حفظ حدیث کے مقابلے ہوتے ہیں، جیسا کہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ میں اخی فی اللہ مولانا عتیق الرحمٰن علوی کو صحیح بخاری حفظ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان تمام باتوں کو حوالہ قرطاس کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ آج بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا ہوا ہے۔

حفاظت حدیث بذریعہ کتابت

حفاظت حدیث کا دوسرا بڑا اہم ذریعہ کتابت ہے۔حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ بھی دور نبوی سے مسلسل چلا آ رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ حدیث لکھوایا کرتے تھے اور لکھنے کا حکم بھی دیا کرتے تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ حدیث اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی ہے، اس سے پہلے نہیں لکھی جاتی تھی، سراسر غلط اور مبنی پر جہالت ہے۔رسول اللہ ﷺ کے دورِ مسعود سے لے کر آج تک ہر دور میں حدیث کی کتابت ہوتی رہی ہے۔کوئی دور بھی کتابت حدیث سے خالی نہیں رہا۔

کتابت حدیث عہد نبوی میں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے مکہ فتح کر دیا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''بے شک اللہ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا اور مکہ کا اقتدار اپنے رسول اور مومنوں کو سونپ دیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ (میں جنگ کرنا) حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی یہ محض دن کی ایک گھڑی حلال ہوا ہے۔میرے بعد یہ کسی کے لیے حلال نہ ہو گا۔پس اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے کانٹوں والے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے راستے میں پڑی ہوئی چیز اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے اور جس کا کوئی مقتول اس میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے کہ وہ دیت لے لے یا قصاص۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اذخر

(خشک گھاس) کی اجازت دے دیں کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِلَّا الْاَذْخِرَ» یعنی اِذخر (گھاس) کی اجازت ہے۔

یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ (خطبہ) لکھ دیجیے تو آپ نے فرمایا: «اُكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ» ''ابوشاہ کے لیے (یہ خطبہ) لکھ دو۔''

(صحيح البخاري، كتاب في اللقطة، باب كيف تصرف لقطة اهل مكة، رقم: 2434)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب نبی میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ آپ ﷺ سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں، سوائے عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کے، کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

(صحيح البخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم:113)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا اسے لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے حفظ کر لوں۔ مجھے قریشیوں نے منع کر دیا کہ تو ہر بات لکھ لیتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنا موقوف کر دیا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی تو آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: «اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ۔» ''لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے سوائے حق کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں۔''

(أبو داود، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: 3646 وسنده صحيح)

ابو قبیل تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے کہ ان سے پوچھا گیا: دو شہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہو گا:

قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے حلقوں والا صندوق منگوایا، پھر اس سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھ رہے تھے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ دو شہروں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہوگا: قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے ہرقل کا شہر، یعنی قسطنطنیہ فتح ہوگا۔''

(مسند أحمد 2/176 وسنده صحيح)

یزید بن شریک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ سے کچھ نہیں لکھا، سوائے قرآن کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب الجزية ، باب اثم من عاهد ثم غدر ، رقم: 3179)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے صرف یہی دو چیزیں قلمبند کی ہیں۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے وہ مسائل جو اس صحیفے میں ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دیت اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلمان، کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

(صحيح البخاري:111)

معبد بن ہلال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب ہم زیادہ اصرار کرتے تو وہ اپنے پاس موجود رجسٹر ہمارے لیے نکال لیتے اور فرماتے: یہ وہ (احادیث) ہیں جو میں نے نبی ﷺ سے سنی ہیں، انھیں لکھا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ (المستدرك للحاكم 3/573 وسنده حسن)

[تنبیہ: حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا اس روایت کو منکر قرار دینا بغیر دلیل کے ہے۔ عتبہ ابن ابی حکیم صدوق وحسن الحدیث ہیں اور ایسے راوی کا تفرد قطعاً مضر نہیں، واللہ اعلم۔ ندیم]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نسخہ اس کتاب کا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے (اپنی وفات سے پہلے) صدقے کے بارے میں لکھوایا تھا اور یہ آل عمر بن خطاب کے پاس محفوظ تھی۔ نیز فرماتے ہیں: اسے مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھوایا اور میں نے اسے اسی طرح یاد کرلیا اور یہی وہ تحریر ہے جسے عمر بن عبدالعزیز نے

عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر سے نقل کروایا تھا......

(أبو داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة،رقم:1570؛أبن ماجه ، رقم:1798، وسنده صحيح)

ان جملہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مسعود میں بھی احادیث لکھی جاتی تھیں۔آپ خود بھی حکم فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے ذوق وشوق سے احادیث مبارکہ لکھا کرتے تھے۔

کتابت حدیث عہد صحابہ میں

نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہا،صحابہ کرام بھی نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد احادیث مبارکہ لکھا اور لکھوایا کرتے تھے، چنانچہ:

سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ کتاب لکھ کر انھیں بحرین کی طرف بھیجا:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: هَذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ الَّتِيْ أَمَرَ اللهُ بِهَا رَسُوْلَهُ......"

(صحيح البخاري، كتاب الزكاة ، باب زكاة، رقم:1454)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔

ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذر بائیجان یا شام میں تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کتاب ہمارے پاس پہنچی (جس میں یہ تحریر تھا:) اما بعد! بے شک رسول اللہ ﷺ نے ریشم سے (مردوں کو) منع فرمایا ہے، سوائے اتنے (یعنی) دو انگلیوں (کے برابر)۔(صحيح مسلم، كتاب اللباس ، باب تحرير......رقم:2069)

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وراد کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے وہ (حدیثیں) لکھ کر بھیجیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں، تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھ بھیجا: بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے: ((لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَ لاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔))

اور سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف یہ بھی لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقال (فضول بحث) اور کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرماتے، اور آپ ماؤں کی نافرمانی سے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور دوسروں کا حق نہ دینے اور بغیر کسی ضرورت مانگنے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاري، کتاب الاعتصام، باب ما یکره من کثرة السوال...... رقم:7292)

بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنتا لکھ لیتا تھا، پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اپنی کتاب لے کر ان کے پاس گیا اور انھیں وہ پڑھ کر سنائی اور کہا: میں نے آپ سے جو سنا ہے وہ یہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔

(مسند الدارمي رقم: 500، مصنف ابن أبي شيبة 13/463 وسنده صحيح)

معن بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبدالرحمن بن عبداللہ نے ایک کتاب رکھی اور قسم کھا کر کہا: یہ ان کے والد عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة 13/462 وسنده صحيح)

کتابت حدیث عہد تابعین میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین عظام کا دور آتا اور اس دور میں کتابت وتدوین

حدیث پر بڑے وسیع پیمانے پر کام ہوا ہے، احادیث مبارکہ کو اس کثرت سے لکھا گیا ہے کہ اگر اسے بیان کیا جائے تو طوالت کا خوف دامن گیر ہے، لہٰذا ہم صرف چند حوالے درج کرنے پر ہی اکتفا کریں گے۔

عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں: خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل مدینہ کی طرف لکھ کر حکم بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے علم اور اہل علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔ (مسند الدارمي، رقم:494، وسنده صحيح)

سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے دیکھا: نافع مولیٰ ابن عمر اپنا علم لکھواتے اور یہ ان کے سامنے لکھا جاتا تھا۔

(مسند الدارمي،رقم:513 وسنده صحيح)

امام ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ ابو قلابہ (رحمہ اللہ) نے میرے لیے اپنی کتابوں کی وصیت کی تو میں یہ کتابیں شام سے لایا ان کے کرائے پر دس سے زیادہ درہم ادا کیے تھے۔ (طبقات ابن سعد 9/250 وسنده صحيح)

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کتابوں میں سے ایک اونٹ کے وزن کے برابر کتابیں رکھیں، پھر جب علی بن عبداللہ بن عباس کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ لکھ بھیجتے کہ فلاں کتاب میری طرف بھیج دیں تو وہ اس کتاب کو لکھ کر ایک نسخہ ان کی طرف بھیج دیتے تھے۔

(أيضًا، 7/289 وسنده صحيح)

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ امام زہری نے (حدیث) لکھی اور میں نے نہیں لکھی تو وہ کامیاب ہو گئے اور میں ضائع ہو گیا۔

(تقييد العلم للخطيب، ص107،160 وسنده حسن)

اسی طرح صحیفہ ہمام بن منبہ جو آج بھی علمی دنیا میں مشہور ہے، جس میں ڈیڑھ سو کے قریب احادیث ہیں اور کئی دفعہ اردو ترجمہ کے ساتھ بھی چھپ چکا ہے، یہ بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام ہمام بن منبہ تابعی کا جمع کردہ ہے۔

امام محمد بن اسحاق کی کتاب السیرۃ بھی عہد تابعین ہی کی تالیف کردہ ہے اور یہ کتاب بھی کئی بار چھپ چکی ہے اور علمی دنیا میں مشہور ہے۔

دور تابعین کے بعد اگلا دور تبع تابعین کا ہے اس میں پہلے سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر کتابت حدیث پر کام ہوا ہے۔ موطأ امام مالک، کتاب الزہد از ابن مبارک، کتاب الزہد از امام وکیع بن جراح، کتاب المناسک از سعید بن ابی عروبہ، کتاب السیر از محمد بن اسحاق اور کتاب الدعا از محمد بن فضیل وغیرہ اسی دور کی مدون شدہ ہیں۔ پھر اس اس کے بعد تو کتابت و تدوین حدیث پر اس قدر کام ہوا کہ احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابن ابی شیبہ لکھی گئیں، اسی طرح مسند احمد اور مسند ابی داود الطیالسی اور دیگر بے شمار کتب منصۂ شہود پر آئیں۔

خلاصہ یہ کہ حدیث مبارکہ کسی دور میں بھی بغیر کتابت کے نہیں چھوڑی گئی۔ نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں جو اس کی کتابت و تدوین تھی وہ ایک خاص اسلوب میں تھی۔ پھر صحابہ کرام اور تابعین کے ابتدائی دور میں اور زیادہ زور پکڑ گئی اور تابعین کے آخری دور میں تو اتنے عروج پر تھی کہ ہر طرف محدثین ہی نظر آتے تھے، جدھر دیکھو حدیث کا درس ہو رہا ہے۔ بعد ازاں تبع تابعین اور پھر ائمہ محدثین کے دور کے تو کیا ہی کہنے، ہر طرف قال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں گونج رہی تھیں۔

اب بھی اگر کوئی یہی رٹ لگائے پھرے کہ حدیث تو اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی ہے، لہٰذا یہ حجت شرعیہ نہیں تو اسے بس یہی کہا جا سکتا ہے:

گر آنکھیں ہیں بند تو دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور کیا ہے سورج کا

اللہ تعالیٰ نے جن ذرائع سے قرآن کی حفاظت کی ہے انہی ذرائع سے قرآن کے بیان، یعنی حدیث مبارک کی حفاظت کی ہے۔ حفاظت قرآن بذریعہ حفظ ہوئی تو

حفاظت حدیث بھی بذریعہ حفظ ہوئی اور اگر حفاظت قرآن بذریعہ کتابت ہوئی تو حفاظت حدیث بھی بذریعہ کتابت ہوئی۔ ایسا کیوں؟ اس لیے کہ دونوں وحی ہیں، دونوں منزل من اللہ ہیں، قرآن کلام اللہ ہے تو حدیث کلام رسول اللہ ہے، قرآن کتاب اللہ ہے تو حدیث بیان کتاب اللہ ہے۔ ایک ہی حقیقت کے دو جلوے اور ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ قرآن کریم متن ہے اور حدیث اس کی شرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی شرح کے پیش نظر جو کچھ کیا ہے اور جو کچھ فرمایا، اگرچہ وہ اپنے وجود کے اعتبار سے ایک علیحدہ چیز ہے مگر اپنی حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے ایک ہی ہے، لہٰذا دونوں کی اتباع واجب ہے۔ آج دونوں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ ان شاء اللہ



